R. N. No. 7486/57

Regd. No. L. 922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

۸ر دسمبر ۱۹۶۵ء	ایڈیٹر: آل احمد سرور	جلد ۲۴ - شمارہ ۴۶

انجمن کی مجلس عام کا جلسہ

اتوار ۵ر دسمبر ۱۹۶۵ء کو ساڑھے دس بجے انجمن کی مجلس عام کا جلسہ سپرو ہاؤس نئی دہلی میں منعقد ہوا۔ حسب ذیل حضرات شریک تھے۔

پنڈت ہردے ناتھ کنزرو (صدر) ڈاکٹر عابد حسین (نائب صدر) ڈاکٹر تارا چند ایم۔پی، پنڈت آنند نرائن ملا، بیگم انیس قدوائی ایم۔پی، محمد فضل الرحمٰن پرو وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ڈاکٹر سید عابد حسین، پنڈت گوپی ناتھ امن، حیات اللہ انصاری، بیگم سلطانہ حیات، حمیدہ سلطان، پروفیسر خواجہ احمد فاروقی، پروفیسر عبدالقادر سروری، پروفیسر گیان چند، اشفاق احمد خیری، مفتی عتیق الرحمٰن، سجاد ظہیر، پروفیسر آل احمد سرور (جنرل سکریٹری)

انجمن کے دستور میں دو ترمیمیں منظور کی گئیں۔ پہلی کی رو سے اغراض و مقاصد میں ایک دفعہ بڑھائی گئی جس میں اردو کے سلسلے میں دستور میں تحفظات صاف صاف بیان کیے گئے ہیں یا جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور مرکز اور ریاستی حکومتوں نے ان امور کے متعلق جو اعلانات کیے ہیں ان کی پابندی کرانا انجمن کا خاص مقصد قرار دیا گیا۔ ایک دوسری دفعہ کی رو سے انجمن کی مجلس عام میں ریاستی شاخوں کا ایک نمائندہ ہوگا جس کو ریاستی شاخ کی کونسل اس ذیلی قواعد کے مطابق منتخب کرے گی جو مجلس عاملہ کی ایک کمیٹی مرتب کر کے مجلس عام سے منظور کرائے گی۔ اس کمیٹی کے ممبر مفتی عتیق الرحمٰن، ڈاکٹر سید عابد حسین اور جنرل سکریٹری ہوں گے۔

سکریٹری نے رپورٹ کی کہ انجمن کو نئی دہلی میں زمین کا ایک قطعہ مل گیا ہے اس سلسلے میں عمارت کا نقشہ بنوانے، مرکزی حکومت سے امداد لینے، انجمن کے اپنے وسائل سے کام لینے اور عوام سے مدد لینے کے سارے انتظامات ایک اور کمیٹی کے سپرد کیے گئے جس کے ممبر حسب ذیل ہوں گے

صدر انجمن، ڈاکٹر تارا چند، کرنل بی۔ ایچ۔ زیدی، گوپی ناتھ امن اور جنرل سکریٹری۔

اتر پردیش میں اردو کو سرکاری زبان تسلیم کرانے کے لیے انجمن کی طرف سے جو یادداشت وزیر اعظم کو پیش کی گئی تھی اس کے متعلق صدر انجمن نے صورت حال بیان کی اور ممبروں نے اظہار خیال کیا۔ طے پایا کہ صدر انجمن وزیر اعظم کو یاد دہانی کریں اور اس کے علاوہ انجمن پارلیمنٹ کے ممبروں اور قومی اور ادبی حلقوں میں انجمن کے نقطۂ نظر کی اشاعت کرنے اور اردو کے کیس کو مقبول بنانے کے لیے ضروری تدابیر اختیار کرے جن میں اخبارات میں اردو زبان و ادب کے خاص خاص پہلوؤں پر اردو میں مضامین دیوناگری رسم خط میں چھوٹے چھوٹے پمفلٹ اور انگریزی اخبارات میں مضامین لکھوانے کے لیے ایک اسکیم بھی ہوگی۔ ان تدابیر کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک اور کمیٹی بنائی گئی۔ اس کا اجلاس جلد ہی دہلی میں ہوگا۔ حسب ذیل حضرات اس کے ممبر مقرر کیے گئے۔

ڈاکٹر عابد حسین، ڈاکٹر تارا چند، پنڈت آنند نرائن ملا،

اس شمارے میں

انجمن کی مجلس عام کا جلسہ	۱	مکتوب نامہ	۸
وفات حسرت عتیق لکھنوی	۲	انجمن ترقی اردو کے شعبے کے سلسلے میں	۹
[illegible]	۳	[illegible]	۹
[illegible]	۴	اردو لٹریچر کی حفاظت	۹
دہلی میں اردو کی تحریروں کا ایک اور انجمن کا لشکر	۵	[illegible]	
[illegible]		انجمن ترقی اردو کی شاخ کا قیام	
اردو کی مقبولیت		[illegible]	۱۰
ایک نظم		[illegible]	۱۱
یادداشت		[illegible]	
ایک مرثیہ		[illegible]	
[illegible]		[illegible]	۱۱
[illegible]		انجمن ترقی اردو [illegible]	
[illegible]		انجمن ترقی اردو [illegible]	۱۲
		[illegible]	۱۳

حیات اللہ انصاری، سجاد ظہیر، ڈاکٹر عبدالعلیم، بیگم انیس قدوائی، جنرل سکریٹری اس کے کنوینر ہوں گے۔

یقین ہے کہ اب ایک طرف دلی میں انجمن کے دفتر کی تعمیر کا کام جلد شروع ہوگا، دوسری طرف انجمن کے مطالبات کو منوانے کے لیے پارلیمنٹ کے ممبروں، ریاستوں کی مجالس قانون ساز کے ممبروں اور قومی کارکنوں کی تائید حاصل کی جائے گی۔

صدر کو یہ اختیار دیا گیا کہ انجمن کی آئندہ کل ہند کانفرنس کے لیے جگہ اور تاریخ طے کریں۔

(آل احمد سرور جنرل سکریٹری)

"وفات مرزا عشق لکھنوی"

لکھنؤ اسکول کے نمائندہ خاص اور بزرگ تر شاعر مرزا امراؤ بیگ عشق لکھنوی نے ۱۷ر نومبر ۱۹۶۵ء کو قصبہ خیرآباد ضلع سیتاپور میں بوقت صبح سات بجے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرزا عشق لکھنوی حکیم ضامن علی جلال لکھنوی کے شاگرد رشید تھے ان کے ہم سبق ساتھیوں میں مولانا عبدالماجد دریابادی کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ بوقت وفات مرزا عشق کی عمر اسّی سال سے اوپر تھی اولاد نرینہ یا دختری کوئی نہیں ہے۔ ان کے پسماندگان میں صرف ایک بیوہ ہیں۔

مرزا عشق اوائل عمر میں سیتاپور آ گئے تھے یہیں تعلیم و تربیت پائی میٹرک تک تعلیم گورنمنٹ ہائی اسکول سیتاپور میں حاصل کی۔ جوش ملیح آبادی کے اعزہ خاص میں سے تھے۔

مرحوم پردو تین مہینے ہوئے فالج کا حملہ ہوا تھا بیچ میں سنبھل گئے تھے مگر اس سخت بیماری سے جانبر نہ ہو سکے۔

تاشقند میں سجاد ظہیر کی ساٹھ سالہ سالگرہ

ازبکستان کی سائنسی اکیڈمی کے شرقیاتی انسٹی ٹیوٹ میں ۵ر نومبر کی شام کو اردو کے مشہور ادیب سید سجاد ظہیر کی ساٹھ سالہ سالگرہ منائی گئی۔ اس جلسہ کا انتظام انسٹی ٹیوٹ کے ہندوستانی شعبہ نے کیا تھا۔

سب سے پہلے ہندوستانی شعبہ کے نگراں الیاس شعود نے تقریر کی۔ موصوف نے ایک ادیب کی حیثیت سے اور ترقی پسند ادبی تحریک کے معمار کی حیثیت سے سجاد ظہیر کی خدمات کو سراہا۔ ان کے بعد اردو زبان و ادب کے عالم نبی محروف نے ایک انسان ایک ادیب اور شاعر کی حیثیت سے سجاد ظہیر کی شخصیت اور ان کے کارناموں کا ذکر کیا۔ موصوف نے کہا کہ ان کی ذات اس حقیقت کی مثال ہے کہ سیاسی بصیرت بھی فن و ادب کا سچا شعور اور انسان دوستی کی نئی قدروں کا عرفان بخشتی ہے۔ اور یہی وہ دولت ہے جو ساٹھ سال کی عمر میں بھی انھیں جوانوں کا سا عزم و حوصلہ دئے ہوئے ہے۔ آخر میں تاشقند یونیورسٹی میں اردو کے مہمان پروفیسر (ڈاکٹر) قمر رئیس نے سجاد ظہیر کی ادبی زندگی اور جدید اردو ادب کی تعمیر میں ان کی خدمات پر روشنی ڈالی۔

جلسہ میں سجاد ظہیر کے مجموعہ کلام پگھلا نیلم میں سے کئی نظمیں پڑھ کر سنائی گئیں۔

امید ہے کہ تاشقند کے اردو دوست ماہ رواں میں اردو کے مشہور شاعر ساغر نظامی کا ساٹھ سالہ جشن ولادت منائیں گے۔

کشمیر پر راجندر سنگھ بیدی کی نئی فلم

مشہور مصنف راجندر سنگھ بیدی کشمیر پر ایک فلم بنانے کا پلان بنا رہے ہیں۔ فلم کا سکرپٹ لکھا جا رہا ہے کہانی کا پس منظر ۱۹۴۸ء اور نمک کا قحط ہوگا جو کشمیر میں پڑا تھا۔ فلم میں اس وقت کے سیاسی حالات بھی پیش کیے جائیں گے۔ فلم کی ڈائرکشن خود راجندر سنگھ بیدی سرانجام دیں گے۔

روسی مصنف کو ہندوستان آنے کی دعوت

نئی دلی ۴ر دسمبر آل انڈیا میں کونسل کلچرل کمیشن نے روسی مصنف شولوخوف کو جنھوں نے اس سال لٹریچر کا نوبل پرائز حاصل کیا ہے ہندوستان آنے کی دعوت دی۔

بی بی سی اردو کی خبروں کا ایک اور بلیٹن نشر کرے گا

لندن ۱۹ر نومبر۔ اعلان کیا گیا ہے کہ بی بی سی نے ہندوستان کے لیے اپنے پروگرام میں اردو خبروں کا ایک اور بلیٹن نشر کرنا شروع کیا ہے یہ بلیٹن روزانہ صبح آٹھ بجے سنا جا سکتا ہے۔

دنیا کا قدیم ترین اخبار لندن گزٹ تین سو سال سے نکل رہا ہے!

لندن ۲۰ر نومبر لندن گزٹ مسلسل شائع ہو رہا ہے اور اب اس نے اپنی زندگی کے ۳۰۰ سال مکمل کر لیے ہیں۔ یہ دنیا کا قدیم ترین اخبار ہے۔ یہ ۱۶۶۵ء میں جاری ہوا۔ اس زمانے میں خبریں چھاپنا ایک مشتبہ فعل متصور ہوتا تھا پہلی مرتبہ خبریں ۱۶۶۵ء میں چھپنے لگیں۔ اس میں صرف ملیشیا، وسطی یورپ اور ترکی کی خبریں چھاپی جاتی تھیں، برطانیہ کی خبریں اس میں نہیں چھپ سکتی تھیں۔ ۱۶۶۵ء میں لندن میں طاعون کی وبا پھیل گئی۔ اسی ہزار افراد ہلاک ہو گئے۔ چنانچہ عوام کو یہ بتانے کے لیے کہ ملک میں کیا کچھ ہو رہا ہے ۱۶۶۵ء میں لندن گزٹ میں ایسی اطلاعات چھپنے لگیں۔

اردو کی مقبولیت

اردو ایک بہت ہی طاقت ور زبان ہے کیوں کہ یہ ہندستان کے کسی خاص علاقے ہی تک محدود نہیں ہے جیسا کہ دوسری علاقائی زبانیں ہیں بلکہ تقریباً سارے ملک میں ہی بولی جاتی ہے اس کا سبب تاریخی ہے۔ پنجاب، دہلی اور دکن نے اس زبان کے ارتقا اور اسے مالا مال بنانے اور اسے پھیلانے میں برابر کا حصہ لیا ہے۔ ابتداً میں انگریز بھی مغل تاجداروں کی طرح اس کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی میں پیش پیش تھے۔ اس طرح یہ زبان سیاسی وحدت کی علامت بن گئی۔

جالندھر، دہلی، آگرہ، لکھنؤ، الٰہ آباد، پٹنہ، گیا اور کلکتہ کے علاوہ بھوپال، بمبئی، حیدرآباد، بنگلور، مدراس اور بمبئی اردو کے مشہور مرکز ہیں۔ اردو کی ہمہ گیری کا اندازہ اخبارات کے رجسٹرار کی سالانہ رپورٹوں کے جائزے سے ہوتا ہے۔ صرف انگریزی اور ہندی میں شائع ہونے والے ایسے اخبارات اور ماہناموں کی تعداد اردو کے ماہناموں اور اخبارات سے زیادہ ہے۔ ورنہ دستور میں جتنی زبانیں ہیں، اردو کے اخبارات اور رسائل کی اشاعت ان دیگر درجن بھر زبانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ ۱۹۶۲ء میں اردو روزناموں اور رسالوں کی تعداد ۵۰۰ تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اردو آج بھی ہندوستان میں اتنی ہی مقبول اور رائج ہے جتنی کہ پہلے تھی۔ ایک اردو ماہنامے کی اشاعت ...... ہے جو کہ بنگالی، گجراتی اور آدھی درجن دوسری زبانوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہے۔

سستی پاکٹ بکوں نے اردو ادب کو مقبول بنانے میں نمایاں خدمت انجام دی ہے۔ اگرچہ ان میں زیادہ تر جاسوسی اور رومانی ناول ہوتے ہیں۔ لیکن کچھ ادبی کتابیں بھی ہیں۔ حتیٰ کہ دیوانِ غالب کی ایک ایک اشاعت میں ہزاروں کاپیاں چھاپی گئی ہیں۔ اردو کی سلیقے سے نکالی گئی مستند کتابوں اور خاص طور پر شاعری نے اس کے ادب کو خاص و عام تک پہنچایا ہے۔

فلم

فلمی صنعت میں اردو کا اثر بہت نمایاں ہے۔ ہندوستانی فلموں کے لیے لکھنے والے منظر نگار، مکالمہ نویس اور گیت کار اردو کے مشہور مصنف اور شاعر ہیں ان میں خواجہ احمد عباس، راجندر سنگھ بیدی، کرشن چندر، عصمت چغتائی، ڈاکٹر صفدر آہ، شکیل بدایونی، ساحر لدھیانوی، مجروح سلطان پوری، اختر الایمان اور خمار بارہ بنکوی کے نام قابل ذکر ہیں۔

فلموں نے غزلوں اور قوالیوں کو اتنا مقبول بنا دیا ہے کہ وہ ہندی ادب پر بھی اثر انداز ہونے لگی ہیں۔

ہندی رسم الخط میں اردو کی چند ترجمہ شدہ کتابیں دس یا اس سے زیادہ بار شائع ہو چکی ہیں۔ وزارت اطلاعات و نشریات کا فلمز ڈویژن اردو میں دستاویزی فلمیں اور ہر ہفتے نیوز ریلیں تیار کرتا ہے۔ یہ فلمیں سارے ملک کے سینما گھروں میں دکھائی جاتی ہیں۔ ریاستی اور مرکزی حکومت کے چلتے پھرتے سینما گھر بھی ان فلموں کی نمائش کرتے ہیں۔

آل انڈیا ریڈیو نے بھی اپنے پروگراموں میں اردو کو اہم جگہ دی ہے۔ آل انڈیا ریڈیو کا دہلی اسٹیشن روزانہ اردو خبروں، فیچروں اور تبصروں کے علاوہ اردو کے بہت سے پروگرام نشر کرتا ہے۔ کبھی مشاعرے نشر کئے جاتے ہیں اور کبھی ڈرامے، کبھی ادبی مباحثے ہوتے ہیں اور کبھی تقریریں، غرضیکہ اردو جاننے والوں کی دلچسپیوں کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ دہلی کے علاوہ لکھنؤ، جالندھر، حیدرآباد، کلکتہ، پٹنہ، جموں اور سری نگر سے بھی اردو پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔

خدمات کا اعتراف

تعلیم اور تہذیبی امور کی وزارت ہر سال دیگر علاقائی زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو میں مختلف موضوعات پر لکھی ہوئی کتابوں پر انعام دیتی ہے۔

مرکز اور کچھ دوسری ریاستیں اردو، فارسی اور عربی کے عالموں کو پنشن اور وظیفے بھی دیتی ہیں۔

ساہتیہ اکادمی بھی دوسری علاقائی زبانوں کی طرح ہر سال اردو کی بہترین کتاب پر ۵ ہزار کا انعام دیتی ہے۔ ۱۹۵۵ء سے لے کر اب تک مندرجہ ذیل ادیبوں اور شاعروں کو یہ انعام حاصل کرنے کا افتخار حاصل ہوا ہے۔

۱۹۵۵ء ——— جناب ظفر حسین خاں
۱۹۵۶ء ——— ڈاکٹر عابد حسین
۱۹۵۷ء ——— ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی
۱۹۵۸ء ——— جناب جگر مراد آبادی
۱۹۵۹ء ——— جناب سید مسعود حسین رضوی
۱۹۶۰ء ——— جناب فراق گورکھپوری
۱۹۶۱ء ——— جناب امتیاز علی عرشی
۱۹۶۲ء ——— جناب اختر الایمان
۱۹۶۳ء ——— خواجہ غلام السیدین

وزارت تہذیبی امور نے فارسی اور عربی کے مندرجہ ذیل عالموں کی قدر افزائی کی ہے۔

۱۹۵۸ء ——— ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی
۱۹۵۹ء ——— ڈاکٹر ہادی حسن

۱۹۶۰ء ——— جناب مصطفیٰ حسن دہلوی

۱۹۶۱ء ——— ڈاکٹر عبدالستار صدیقی

۱۹۶۲ء ——— جناب محمد نظام الدین فردوسی

۱۹۶۳ء ——— جناب عبید ابن محمد

ساہتیہ اکاڈمی کے انتظامیہ بورڈ میں جناب ہمایوں کبیر، خواجہ غلام السیدین اور آل احمد سرور شامل ہیں۔ ہمایوں کبیر صاحب انگریزی اور بنگلہ کے مشاورتی بورڈ کے ممبر بھی ہیں۔ متذکرہ بالا انتظامیہ بورڈ میں قاضی عبدالودود، مرزا غلام حسین عارف، پروفیسر جی ایم ہاجنی اور جناب رحمان راہی بھی شامل ہیں۔

یہ اکیڈمی مندرجہ ذیل ادبی تنظیموں کی برابر امداد کرتی ہے اور ان کی ہمت افزائی کرتی ہے۔

۱- انجمن ترقی اردو

۲- دارالمصنفین (شبلی اکاڈمی) اعظم گڑھ

۳- ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد

یونیورسٹیوں میں اردو کے شعبے

آزادی کے بعد سے یونیورسٹیوں میں اردو زبان ادب کے مطالعے کی زبردست ہمت افزائی کی گئی ہے اس مقصد کے لیے بہت سی یونیورسٹیوں میں اردو کے الگ شعبے قائم کیے گئے ہیں اور جہاں موجود تھے ان میں توسیع کی گئی ہے۔

اردو کے گھر دہلی میں: دہلی یونیورسٹی نے ۱۹۵۸ء میں اردو کا ایک علیحدہ شعبہ قائم کیا ہے۔ تحقیقی کاموں کے لیے اس شعبے کو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن سے بھی گراں قدر عطیے ملتے ہیں۔ علی گڑھ میں اردو کا شعبہ بہت قدیم زمانے سے قائم ہے آزادی کے بعد اس کی سرگرمیوں میں بہت اضافہ ہوا ہے اور اساتذہ کی تعداد تقریباً دوگنی ہو گئی ہے۔ میسور یونیورسٹی میں آزادی کے بعد اردو کے ایک پروفیسر کا تقرر عمل میں آیا ہے۔

عثمانیہ، پٹنہ، الہ آباد، لکھنؤ اور سرینگر کی یونیورسٹیوں میں اردو کے ممتاز ادیب شعبۂ اردو کے صدر ہیں۔ جے پور، گورکھپور، آگرہ، بمبئی، احمدآباد، ناگپور اور کلکتہ کی یونیورسٹیوں میں اردو کی تعلیم اور تحقیقی کاموں کی سہولتیں موجود ہیں۔

مسلمان اپنے علاقوں کی زبانوں میں بھی پوری دلچسپی لیتے ہیں اس کا واضح ثبوت ملیالم کے ایک مسلمان مصنف محمد بشیر کی حاصل کردہ شہرت ہے جن کا ناول ساہتیہ اکاڈمی نے ہندوستان کی دوسری زبانوں میں ترجمے کے لیے منتخب کیا ہے۔

علی گڑھ، الہ آباد، بنارس، بمبئی، کلکتہ، لکھنؤ، مدراس، میسور، عثمانیہ، پٹنہ، سری وینکٹیشور، کرم اور وشوابھارتی میں عربی کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام ہے۔

متحدہ عرب جمہوریہ اور ہندوستان کے درمیان ہونے والے ایک ثقافتی معاہدے کے تحت عربی زبان کے مطالعے کے لیے ہندوستانیوں کو کئی وظیفے دیے جاتے ہیں۔ اس قسم کے وظیفے اسلامی تہذیب، عربی زبان اور ادب کے مطالعہ کے لیے حکومت عراق نے بھی پیش کیے ہیں اس کے علاوہ ہندوستان میں میٹرک کے بعد عربی زبان کے مطالعے کے لیے قومی وظیفوں کے ضمن میں بھی وظیفے دیے جاتے ہیں۔

مرحوم مولانا ابوالکلام آزاد کی یاد میں ہندوستانی اور اسلامی مطالعے کا ایک ادارہ قائم کرنے کی تجویز حکومت ہند کے زیر غور ہے۔ اس ادارے کے چند مقاصد یہ ہیں۔

۱- اسلامی تہذیب پر ریسرچ کی جائے اور اس کا مطالعہ کیا جائے۔ اور زمانہ حال تک اس میں جو ارتقا ہوا ہے اس کا جائزہ لیا جائے۔

۲- مذہب، قانون، فلسفہ، زبان اور ادب، فنون لطیفہ اور تصوف وغیرہ جیسے اسلامی موضوعات کی تاریخ اور ان کے ارتقا سے متعلق تحقیق کی جائے اور ان کا مطالعہ کیا جائے۔

۳- جدید عربی اور فارسی کے مطالعے کی ہمت افزائی کی جائے۔ ان تحقیقی اداروں کو تسلیم کیا جائے، اور ان کی مالی امداد کی جائے جو ان مضامین کی درس و تدریس میں مصروف ہیں۔

۴- ادارے کے اغراض و مقاصد سے متعلق جو کتابیں لکھی جائیں ان کی اشاعت میں مدد دی جائے اور

۵- ایسی کتابوں اور رسالوں کو چھاپنا، شائع کرنا اور ان کی نمائش کرنا جو اس ادارے کے مقاصد کے فروغ کے لیے مناسب سمجھے جائیں۔

فیصلہ کیا گیا ہے کہ یہ ادارہ اعلیٰ تعلیم کے مرکزی انسٹیٹیوٹ کا ایک حصہ ہوگا جسے حال ہی میں راشٹرپتی بھون شملہ میں قائم کیا گیا ہے۔

(الجمعیۃ)

ایک نظم

گوپال متل

مجھے کیا بتاتے ہو
میں جانتا ہوں
وہ نا آشنائے رہ آشنائی
بڑا سنگدل ہے
ہمیشہ ہی دل کو دکھاتا رہا ہے
مجھے کیا بتاتے ہو
میں جانتا ہوں
وہ کوچہ
جسے آج تک کوئے دلدار کا نام دیتے رہے
آج شہرِ عدو ہے
مجھے کیا بتاتے ہو
میں جانتا ہوں
قبیلوں میں جب جنگ چھڑتی ہے دل ٹوٹ جاتے ہیں اکثر

یاد کا جادو

کرشن موہن

کھیتوں کی مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو
سرما کے سورج کا دھیرج، میری بے تابی کا دارو
یہ عالم ہے کتنا دلجو
ایسے موسم کے جوبن میں
جانے کیوں انجانے پن میں
میرے شبابِ رفتہ، اے زخم خوردہ آہو
جاگ اٹھا ہے تیری رنگین یاد کا جادو

ایک مرثیہ

(شیلی کی ایک نظم سے)

ذکاء الدین شایاں

یہ تیز آندھی جو چیختی ہے کراہتی ہے
فسردہ نغموں کی کسمساہٹ جو اپنے دل میں لیے ہوئے ہے
یہ تیز جھکڑ، اداس بادل کے گرد لپٹے
گرجتے رہتے ہیں جو قطار میں تمام شب تک
یہ غم میں ڈوبا ہوا سا طوفاں کہ جس کے آنسو ہیں رائگاں سے
یہ ننگے جنگل، کہ جس کی شاخیں فضا کے کاندھوں پہ جھولتی ہیں
یہ گہرے غار اور خموش ساگر، یہ سب عناصر
نہ جانے کب سے گناہ دنیا پہ رو رہے ہیں!

سنسکرت اور سہ لسانی فارمولا

سنسکرت زبان و ادب کی قدامت و عظمت جس کا ذکر صدر جمہوریہ نے وارانسی کی سنسکرت یونیورسٹی میں تقسیم اسناد کا خطبہ دیتے ہوئے کیا ہے مسلمہ ہے۔ اسے پڑھ کر علم و فضل کے ایک بہت بڑے خزانے سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اور ہندوستان کی قدیم تہذیب کی جڑوں تک پہنچا جا سکتا ہے۔ اس کی تعلیم کا اچھے سے اچھا بندوبست کیا جانا چاہیے مگر چونکہ یہ بول چال اور روزمرہ کام کاج کی زبان نہیں ہے اس لیے سنسکرت کی تعلیم میں جبر کا عنصر نہیں ہونا چاہیے اور اگر اسے سہ لسانی فارمولا میں شامل کر لیا گیا تو یہ عنصر ایک طرح سے داخل ہو جائے گا۔

مرکزی وزیر تعلیم نے سنسکرت کے نو تشکیل مرکزی بورڈ کے پہلے اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا ہے کہ سہ لسانی فارمولے کے دائرے میں سنسکرت کو بھی مقام حاصل ہونا چاہیے۔ اور ان کی یہ بات اس فارمولا کی اس تشریح کے خلاف ہے جو جواہر لال جی نے کی تھی۔ یہ فارمولا تو ایک جہتی کو مستحکم بنانے اور زبان کے مسئلے پر جنوبی ہند کے باشندوں کے بعض اندیشے دور کرنے کے لیے وضع کیا گیا تھا ان لوگوں کو شکایت تھی کہ اگرچہ انھیں اپنی مادری زبان اور انگریزی کے ساتھ ہندی پڑھنا پڑ رہی ہے جسے مرکزی سرکاری زبان مان لیا گیا ہے لیکن شمالی ہند میں جن لوگوں کی مادری زبان ہندی ہے ان کو اس کے ساتھ صرف انگریزی پڑھنا ہوگی۔ اس طرح جنوب والے گھاٹے میں رہیں گے۔ سہ لسانی فارمولا کا مقصد یہ تھا کہ انگریزی اور ہندی کے ساتھ ایک تیسری جدید ہندوستانی زبان پڑھائی جائے۔

جن اسکولوں میں انگریزی اور ہندی کے ساتھ سنسکرت تیسری زبان کی حیثیت سے پڑھائی جا رہی ہے وہاں سہ لسانی فارمولا کا مقصد پورا نہیں ہو رہا ہے۔ وزیر تعلیم نے کہا ہے کہ ان کے خیال میں طالب علم ۹ یا ۱۰ سال تک پڑھ چکنے کے بعد اپنی مادری زبان پر خاصی قدرت حاصل کر لیتا ہے اور پھر مادری زبان پر زور کم کر کے سنسکرت کی تعلیم کے لیے جگہ نکالنا ممکن ہونا چاہیے لیکن جب اعلیٰ تعلیم مادری زبان میں دینے کی بات طے ہو گئی ہے تو اس زبان پر توجہ کم کرنے سے طالب علم کو آگے چل کر زحمت کا سامنا ہوگا۔ اس کے علاوہ جنوبی ہند میں سنسکرت کی حیثیت چوتھی زبان کی ہوگی۔ کیونکہ وہاں کے طلبا کو اپنی مادری زبان، ہندی اور انگریزی کے علاوہ سنسکرت بھی پڑھنا ہوگی۔ اور اگر شمالی ہندوستان میں طلبا کو انگریزی اور ہندی کے علاوہ کوئی جدید ہندوستانی زبان پڑھنا پڑی تو یہاں بھی سنسکرت چوتھی زبان ہوگی۔

سنسکرت بورڈ کے چیئرمین ڈاکٹر کرن سنگھ کی یہ بات زیادہ متوازن ہے کہ سنسکرت عوام کی زبان تو نہیں بن سکتی لیکن جو لوگ اس کے مطالعے میں دلچسپی رکھتے ہیں ان کے لیے اس کی تعلیم کی مناسب سہولتیں بہم پہنچائی جانی چاہییں۔

(قومی آواز)

حکیم سید ظل الرحمن (علیگ)

جگر اور ترکِ شراب

نگار مارچ ۱۹۶۲ء میں محمد عظیم فیروز آبادی کا ایک مضمون "جگر کی حیاتِ معاشقہ کا ایک ورق" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون جگر صاحب کے متعلق شیرازن سے ایک انٹرویو ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیرازن کا تبرکِ حج دینے سے انکار، جگر کے جذبۂ احساس کی ٹھیس، اور شیرازن سے والہانہ شیفتگی ان کے ترکِ شراب کا باعث تھی۔ ایک سوال کے جواب میں شیرازن بیان کرتی ہے "پہلا حج میں نے آج سے تیئیس سال پہلے کیا تھا، واپسی پر اصغر حسین اور جگر صاحب مبارکباد دینے آئے تو میں ان کے سامنے نہیں آئی اور حج کا تبرک (آبِ زمزم کھجوریں وغیرہ) صرف اصغر صاحب کے لیے بھجوا دیا۔ جگر صاحب کی فرمائش پر ان کو کہلا دیا کہ جس حلق سے آبِ زمزم اتر جاتے ہیں اس کا شراب سے آلودہ ہونا گوارہ نہیں کر سکتی۔ جگر صاحب سناٹے میں آ گئے، تھوڑی دیر چپ چاپ بیٹھے رہے، پھر اٹھ کر چلے گئے۔ اصغر حسین بدستور بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر میں نہا دھو کر کپڑے بدل کر آئے اور کہلوایا میرے حصہ کا تبرک بھجوا دیجئے، شراب میں اب کبھی نہیں چھوؤں گا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ وعدہ تو آپ کتنی بار کر چکے ہیں۔ جگر صاحب نے کہا نہیں اب میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے اب آئندہ آپ کو شرمندگی نہیں ہوگی۔ دن گزرا، دو دن ہوئے، ہفتہ آیا اور گزر گیا۔ انھوں نے شراب نہیں پی، بھوپال یا کہیں اور مشاعرہ تھا، بھائی کو ساتھ لے گئے۔ واپسی پر بھائی نے شہادت دی کہ جگر صاحب نے واقعی شراب کو منہ نہیں لگایا۔ میرے یہاں برابر آتے رہے، سامنے آنا میں نے چھوڑ ہی دیا تھا لیکن وہ برابر کہتے رہے کہ دیکھئے اب میں شراب نہیں پیتا ہوں۔ جب تین مہینے گزر گئے تو انھوں نے عقد کی فرمائش کی میں نے کہا تین مہینے بہت قلیل عرصہ ہے، اگر آپ سال بھر تک ثابت قدم رہے تو مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔ کبیدہ خاطر ہوئے، کسی قدر جھلائے بھی۔ اسی دوران اصغر گونڈوی کے انتقال کا تار آیا، چلے گئے۔ وہاں سے خبر بھجوائی میں نے نسیم سے عقد کر لیا ہے"۔ لیکن اسی مارچ ۱۹۶۲ء کے "افکار" کراچی میں محمود غنی جامعی نے "جگر کا آخری دورِ شاعری" میں (جو ان کی زیرِ تکمیل کتاب مطالعہ جگر کا ایک باب ہے) جگر کے ترکِ شراب کا سبب نسیم کو قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "اصغر گونڈوی کا انتقال ہوا اور جگر کی سابقہ بیوی بیوہ ہو گئیں۔ جگر کو ان سے جو نسبت تھی، اس کی بنا پر عدت کی مدت ختم ہوتے ہی جگر نے ان سے درخواست کی کہ دوبارہ ان کے ساتھ زندگی بسر کرنا قبول کر لیں۔ انھوں نے غالباً رشید صدیقی صاحب کی (معرفت) یہ جواب دیا کہ مجھے اس میں کوئی عذر نہیں، بس ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ جگر شراب قطعاً ترک کر دیں۔ یہ جواب سن کر جگر بہت جز بز اور سخت برہم ہوئے۔ گفتگو کے دوران انھوں نے کچھ اس قسم کا اظہار کیا "جی، دیکھئے نکاح کے لیے شرائط کی جاتی ہیں۔ ابھی سے حکومت شروع ہو گئی۔ یہ قدغن لگائی جاتی ہے کہ میں شراب نہ پیوں!" لیکن اس سلسلہ میں ان کی شرط اور اس پر برہمی کا اظہار تو کیا، مگر یہ خیال کبھی ظاہر نہ کیا کہ میں یہ شرط ماننے کو تیار نہیں ہوں۔ چند روز میں ان کی دیرینہ انسیت ان کی ہٹ پر غالب آ گئی اور انھوں نے شراب ترک کر کے ان سے نکاح کر لیا"۔

ان مضامین میں ترکِ شراب کے پس منظر میں دو علیحدہ شخصیتیں نظر آتی ہیں، جگر کے مطالعہ کے سلسلے میں یہ ایک اہم اور تحقیق طلب موضوع ہے۔ لیکن کم از کم ان بیانات کی حد تک ایک ربط کے ساتھ اتنا ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ شیرازن کے تبرکِ حج سے انکار پر جگر کے نازک آبگینہ کو ٹھیس لگتی ہے۔ وہ بے تابانہ اٹھ کر جاتے ہیں، نہا دھو کر توبہ کر کے آتے ہیں اور اپنا حصہ چاہتے ہیں۔ اسی توبہ و اجتناب اور کیف و سرمستی میں شیرازن سے نکاح کی بھی درخواست کرتے ہیں۔ وہ ترکِ شراب کی شرط پیش کر کے سال بھر انتظار کی مہلت مانگتی ہے۔ تین مہینے گزر جاتے ہیں، ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آتی۔ اور وہ محبت کے اس پیمان کا احترام کرتے ہیں۔ اسی درمیان اچانک اصغر گونڈوی کے انتقال کی خبر ملتی ہے اور وہ وہاں سے روانہ ہو جاتے ہیں۔ نسیم جن کی چشمِ الفت سے جگر کے ذوقِ محبت نے لذت آشنا ہونا سیکھا تھا، بیوہ ہو گئی ہے، یادوں کے کچھ دیئے جل اٹھے، شکستہ تارِ ترنم آشنا ہو گئے اور وہ خمخانۂ محبت کی صہبائے رنگین میں ڈوب کر وفورِ شوق میں نسیم کے حضور جھک گئے اور اس سے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ بخت و اتفاق کہ شیرازن کی طرح اس نے بھی جام شراب کے بدلے اپنی محبت کے جام کی شرط پیش کی۔ اور جگر جن کا ذوقِ بادہ آشامی اب سے تین مہینہ قبل شیرازن کی وجہ سے شرابِ دو آتشہ کی لذت سے آشنا ہو چکا تھا۔ اس کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، اور نسیم سے شادی کر کے اپنی دیرینہ آرزو کی تکمیل کرتے ہیں۔

نسیم نے ان کے ترکِ شراب کے ارادہ کو تقویت ضرور بخشی، اور ان کی توبہ کو آخری سہارا دیا لیکن اس کی ابتدا کا شرف شیرازن کے سر ہے اور وہی اس تحریک کی اصل ذمہ دار ہے۔

عتیق احمد صدیقی

نغمۂ کشمیر[1]

ہندوستان پر آزادی کا آفتاب طلوع ہوا تو غیر ملکی اقتدار کے مقابلے میں ملکی اقدار کو زیادہ اہمیت حاصل ہونے لگی۔ اسی ضمن میں ملکی زبانیں بھی ہیں جن کی قدر و قیمت میں ملک کی آزادی کے بعد مستقل اضافہ ہوا ہے۔ اردو کو بھی ملک میں اور بیرون ملک میں فروغ حاصل ہوا ہے۔ متعدد غیر ممالک کی یونیورسٹیوں میں اردو کی تعلیم کا انتظام ہے۔ ان میں روس ایک ممتاز مقام رکھتا ہے۔ یہاں کی مختلف یونیورسٹیوں میں اردو تعلیم کا انتظام ہونے کے علاوہ غیر ملکی زبانوں کے اشاعت گھر سے متعدد کتابوں کے ... ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ اسی طرح متعدد اردو تصانیف کو روس کی مقامی زبانوں میں منتقل کیا جا چکا ہے۔

روس کی ریاست ازبکستان میں پرائمری اسکولوں سے لے کر اعلیٰ درجات تک اردو پڑھائی جاتی ہے۔ علمی سطح پر یہاں کے طلبا اردو کے مشہور مصنفین پر ریسرچ کر رہے ہیں۔ غالب، رسوا، پریم چند پر ازبکی زبان میں کتابیں شائع ہو چکی ہیں، اور بعض ازبکی تصانیف کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی "نغمۂ کشمیر" ہے جو ازبکستان پارٹی کمیٹی کے اول سکریٹری اور سوویت یونین کی اعلیٰ سوویٹ کے ممبر جناب شرف رشیدوف صاحب کی تصنیف ہے۔ رشیدوف صاحب ازبکستان کے ایک ممتاز ادیب اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ سماجی کارکن اور مدیر بھی ہیں۔

"نغمۂ کشمیر" ایک تمثیلی قصہ ہے جو کشمیری عوام کی ایک پرانی داستان کی بنیاد پر لکھا گیا ہے۔ مصنف نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ جبر و قہر کی قوتیں کتنی ہی ہیبت ناک کیوں نہ ہوں، ان کو حق و صداقت کے سامنے سپر انداختہ ہونا پڑتا ہے۔ اور اس فتح کے ضامن ہیں اتحاد، خلوص عمل، جذبۂ صادق، یقین محکم اور مسلسل جد و جہد!

نرگس، محبوب، لالہ اور دیگر ایسے علامتی ناموں کے ذریعہ دراصل کشمیری عوام کی جد و جہد کی کہانی پیش کی گئی ہے۔ آندھی دیو اور ہاروت ظلم و ستم کے نمائندے ہیں۔ مصنف نے اشارات اور دلچسپ انداز میں غیر جمہوری قوتوں کے سامنے جمہوری عوام کی ثابت قدمی اور پھر جمہوری اقدار کی فتح کا ذکر کیا ہے۔ یہ قصہ قصۂ پارینہ نہیں، بلکہ تاریخ کا یہ ورق عہد حاضر ہی سے متعلق ہے۔

نرگس اور اس کی سہیلیاں کشمیری حسن کی نمائندہ ہیں۔ آندھی دیو ان کو مغلوب کرنا اور نرگس کو اپنے قابو میں لانا چاہتا ہے۔ خود بے بس ہو جاتا ہے تو ہاروت کی مدد لیتا ہے، جو بڑا ظالم اور تباہ کن قوت کا مالک ہے۔ دونوں مل کر پوری وادی میں تباہی مچاتے ہیں۔ مسلسل نازل ہونے والی آفتوں کے نتیجے میں خوبصورت وادی اور پھولوں کا باغ ایک بیابان بن گئے۔ آندھی اور ہاروت اپنی تمام تر تباہ کن قوت کو آزما کر تھک جاتے ہیں مگر نرگس اور اس کے ساتھیوں کے عزم میں جنبش نہیں آتی اور وہ اس یقین کے ساتھ کہ

"کوئی طاقت کوئی دشمن ہم پر غالب آ نہ سکے گا"

بہاروں کے لوٹ آنے کا یقین رکھتی ہیں۔ ان جابر قوتوں کے جور و ستم سے تنگ آکر نرگس محبوب سے (جو اس کا عاشق صادق ہے) فریاد کرتی ہے کہ وہ آئے اور اسے بچا لے۔ یہ قوتیں محبوب کا نام سن کر ہراساں ہو جاتی ہیں۔ آندھی دیو ترغیب و تحریص سے نرگس کو دام تزویر میں پھنسانا چاہتا ہے۔ لیکن نرگس اس کے سامنے سر نہیں جھکاتی۔ "میں زندگی ہوں اور تم موت ہو" نرگس نے کہا "اور جس طرح زندگی موت کے سامنے سر نہیں جھکاتی، اس سے لڑتی رہتی ہے، اسی طرح میں بھی تمہارے سامنے سر نہیں جھکاؤں گی، تم سے لڑوں گی۔" محبوب نرگس کی تلاش میں سرگرداں آ پہنچا اور تاراجی و تباہی کو دیکھا۔ درد و غم میں ڈوبی نغمہ ریز چنار دیکھی اور خود بھی گانا شروع کیا۔ ہمت اور بہادری کا گیت، جرأت و شجاعت کا گیت، ان نغموں نے باغ میں ایک نئی روح پھونک دی۔ اور سب نے مل کر جبر کی قوتوں کو تباہ کرنے اور ان کی سیاہ کاریوں کا بدلہ لینے کا عزم کیا۔ سورج کو مدد کے لیے آواز دی۔ سورج کی کرنوں سے ہر طرف زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ اور بالآخر ان مہیب قوتوں نے گل بکاؤلیوں اور ان کی آواز سے آواز ملا کر گاتے ہوئے پرندوں سے شکست مان لی۔ یہ زندگی کی جیت تھی، یہ محبت کی جیت تھی۔ اور پھر جشن فتح منایا گیا، ہر چیز پر تر و تازگی اور شادابی نظر آنے لگی۔ نرگس اور محبوب کو وصل کی شادکامی حاصل ہو گئی۔ ساری وادی سعادت اور مسرت کے ترانوں سے گونج اٹھی۔

مصنف نے یہ کہانی سری نگر، دلی اور تاشقند کے دوران قیام لکھی ہے۔ حالات کا بچشم خود جائزہ لیا ہے۔ اور انہیں اپنے دلکش انداز کے ساتھ تمثیلی پیرایہ میں ڈھال دیا ہے۔ خود مصنف کے الفاظ ہیں۔

> "یہ لوگ اس حسین وادی کے اناج اور پھل پیدا کرنے والے کاشتکار، پہاڑوں سے اتر کر آئے ہوئے گلہ بان، شہروں کے مزدور، ماہر اور دستکار تھے، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے وطن عزیز کی آزادی اور خود مختاری کی خاطر نوآبادیت پرستوں کے خلاف سینہ سپر ہو کر جد و جہد کی اور فتح یاب ہوئے اور جو اب زمینوں کی اصلاحات کے کام کو کامیابی کے ساتھ انجام دے کر عوام کی خوش حالی و امن اور اپنے درخشاں مستقبل کے لیے جد و جہد کر رہے ہیں۔"

اس کہانی میں صرف مصنف کا ذاتی نقطۂ نظر کارفرما نہیں

(باقی صفحہ [illegible] پر)

---

[1] مصنف شرف رشیدوف (ازبکستان)، ترجمہ قمر رئیس و تاشقند جانوف
ناشر: ادب و طباعت کا ازبکستان سرکاری اشاعت گھر، تاشقند روس

مراسلات

مکتوب تاشقند

گذشتہ دنوں محترمہ زیبا غنی ایوا سے تاشقند میں اور پھر ماسکو میں کئی تفصیلی ملاقاتیں رہیں۔ غالباً دس پہلے سال انھوں نے علی گڑھ میں اردو زبان کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اس دوران وہ چار پانچ سال ترکی میں رہیں میرا خیال تھا کہ اردو بھول چکی ہوں گی۔ لیکن یہ خیال غلط نکلا اردو سے ان کا ربط اور پیار کچھ اور بڑھ گیا ہے موصوفہ ترکی روسی آذربائیجانی ازبکی انگریزی غرض کئی زبانیں جانتی ہیں لیکن تاشقند کی ایک محفل میں انھوں نے بڑی بے باکی سے یہ اعتراف کیا کہ اردو زبان مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے اتنی شیریں پاکیزہ مہذب اور فکر انگیز زبان اور کوئی نہیں۔ میں نے کہا اردو سے آپ کا رشتہ بھی بڑا جذباتی ہے۔ کہنے لگیں زبان ہی ایسی ہے۔ آپ جانتے ہیں وہ ازبکستان کی پہلی خاتون ہیں جنھیں پچھلی جنگ میں شجاعت کے کارنامے انجام دینے پر "ہیرو" کا اعزاز ملا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ سوویت یونین میں اردو کی ہیرو یا ہیروئن بھی ہیں۔ گذشتہ ایک سال سے اردو افسانہ پر کام کر رہی ہیں اور اس موضوع پر ایک مقالہ بھی لکھا ہے۔ حال ہی میں موصوفہ نے سجاد حیدر یلدرم کی کہانیوں کا ترجمہ روسی زبان میں کیا ہے۔ چونکہ وہ ترکی زبان سے بخوبی واقف ہیں اس لیے اب یلدرم کی کہانیوں کے بارے میں تحقیقی مقالہ لکھنا چاہتی ہیں محترمہ زیبا صاحبہ غالباً جلد ہی اردو زبان و ادب کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے ہندوستان جائیں گی۔

تاشقند میں مشرقی فکر و فلسفہ کے مطالعہ کے لیے ایک نیا ادارہ کھلا ہے۔ اس ادارہ میں اردو کے دو عالم بھی ڈاکٹریٹ کی سند کے لیے مقالے لکھ رہے ہیں۔ ایک ہیں فتح بیشا بائف جو سر سید کے سیاسی اور عمرانی افکار پر کام کر رہے ہیں اور دوسرے ہیں سعد اللہ جن کا موضوع اقبال کے افکار و عقائد ہیں۔ دونوں حضرات مشرقی فلسفہ کی عالم ایک روسی خاتون محترمہ ایوانووا کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ دونوں حضرات عنقریب مواد کی فراہمی کے سلسلہ میں ہندوستان کا دورہ کریں۔ محترمہ ایوانووا اپنے شاگردوں کی کام کی خاطر اردو زبان سیکھ رہی ہیں اور لغت کی مدد سے مطلب نکال لیتی ہیں۔

مشرقیاتی انسٹی ٹیوٹ میں بھی کئی عالم اردو ادبیات پر کام کر رہے ہیں۔ سردار جعفری کے بارے میں نبی محمد دف کا مقالہ مکمل ہو چکا ہے جو عنقریب شائع ہو گا اب وہ جوش اور دوسرے ممتاز شعرائے جدید پر کام کر رہے ہیں۔ منٹو کے بارے میں زینت اللہ کا مقالہ تکمیل کی آخری حدود میں ہے۔ خواجہ احمد عباس کی حقیقت نگاری پر ادی غن صاحب کا مقالہ غالباً اس لیے مکمل نہیں ہوتا کہ عباس صاحب مسلسل لکھے جا رہے ہیں۔

تاشقند کا سرکاری اشاعت گھر بھی اردو کے بہترین ادب کو ازبکی زبان میں شائع کر رہا ہے۔ راجندر سنگھ بیدی کی بہترین کہانیاں پریس میں ہیں۔ نبی محمد دف نے "امراؤ جان ادا" کا مکمل ترجمہ کیا ہے۔ جو اسی ماہ شائع ہوا ہے اردو کے ایک ممتاز عالم محمد جانف رحمان بیردی نے ازبکی زبان کے ایک شاعر کی مدد سے غالب کی بہترین اردو غزلوں کو ازبکی زبان میں منتقل کیا ہے۔ ان دونوں کتابوں کا مقدمہ راقم الحروف نے لکھا ہے۔ انتخاب غالب بھی پریس میں ہے جو اس سال کے آخر تک شائع ہو جائے گی۔ اردو کے ایک دوسرے عالم طاہر جان "باغ و بہار" کو ازبکی زبان میں منتقل کر رہے ہیں۔ پریم چند کا ناول نرملا اور منٹو کی منتخب کہانیاں بھی جلد ہی ازبکی زبان میں شائع ہوں گی۔ اردو دوستوں کی تحریک پر گذشتہ سال سرکاری اشاعت گھر کی ادبی کمیٹی نے طے کیا کہ ازبکی ادب کے شاہکاروں کو اردو زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی پہلی کتاب "نغمۂ کشمیر" شائع ہو چکی ہے۔ گذشتہ چند ماہ سے میں ازبکی زبان کے ممتاز اور مقبول شاعر غفور غلام کی نظموں کا ترجمہ کر رہا ہوں۔ یہ کتاب بھی امید ہے کہ چند ماہ کے اندر ہی اردو میں شائع ہو جائے گی۔ ہندوستانی زبانوں میں اردو ہی وہ زبان ہے جسے اشاعت گھر نے سب سے پہلے منتخب کیا ہے۔ افسوس ہے کہ سوویت یونین میں شائع ہونے والی اردو کتابوں کے بارے میں ہندوستان کے اردو دوستوں کا رویہ بہت سرد رہا ہے۔ اگر یہ رویہ نہ بدلا تو مجھے خوف ہے کہ یہ سلسلہ بند ہو جائے گا۔

تاشقند یونیورسٹی کے شعبۂ ہندوستانی کے اساتذہ بھی اردو اور ہندی زبان و ادب پر کام کر رہے ہیں۔ اس کی تفصیل آئندہ لکھوں گا حال ہی میں ایک روسی خاتون سونیا چیرنیکووا نے روسی زبان میں اردو کی جامع قواعد ترتیب دے کر ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی ہے آج کل موصوفہ تاشقند یونیورسٹی کے شعبۂ ہندوستانی میں کام کر رہی ہیں تاشقند کے اردو دوست بڑے جوش و خروش سے مشاہیر اردو کی سالگرہ مناتے ہیں اور اخبارات و رسائل میں ان کے بارے میں مضامین لکھتے ہیں چنانچہ حال ہی میں سجاد ظہیر صاحب کی ساٹھ سالہ سالگرہ پر ایک جلسہ کیا گیا۔ (قمر رئیس)

کچھ "پری خانہ" کے تبصرے کے سلسلے میں

ہماری زبان مورخہ ۸ر اکتوبر میں پری خانہ مترجمہ تحسین سروری پر تبصرہ نظر سے گزرا۔ تبصرہ نگار نے لکھا ہے۔

"دیباچہ میں مترجم نے اس کتاب کو مسعود دجلہ پری خانہ کے نام سے یاد کیا ہے حالانکہ اسی ترجمہ کے آخر میں قطعۂ تاریخ کے مصرع "چوں کتاب عشق نامہ شد تمام" سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کتاب کا نام عشق نامہ ہے اور یہی حقیقت بھی ہے۔"

بظاہر دلیل معقول ہے اور یہ ثابت ہو گیا کہ اس کتاب کا نام صرف عشق نامہ ہے اور اس کو پری خانہ سے موسوم کرنا غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تبصرہ نگار نے آگے چل اس پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ مترجم مختلف کتابوں اور تذکروں میں اس کتاب کو تلاش کرتے رہے کتاب کا اصل نام دریافت نہ کر سکے۔ لیکن یہ بات اتنی سیدھی نہ تھی جتنا تبصرہ نگار نے قطعۂ تاریخ کی روشنی میں سمجھ لیا کیونکہ ایک کتاب کے دو نام بھی ہو سکتے ہیں۔ کئی کتابوں میں اس کتاب کا نام "پری خانہ" ہی درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام بے بنیاد نہیں ہے۔ بیگمات اودھ کے خطوط مرتبہ مشفق انتظام اللہ شہابی میں خود واجد علی شاہ کے ایک خط بنام نواب رشید بیگم میں اس کا نام پری خانہ ملتا ہے۔ نواب نگار محل کے متعلق واجد علی شاہ نے لکھا ہے:۔

"اپنے پری خانہ میں اور حزن اختر میں اس کا کچھ قصہ لکھا ہے۔ کچا چٹھا بھی سب اس میں آگیا ہے۔"

(بیگمات اودھ کے خطوط ص ۶)

نام کا یہی معاملہ اس کتاب کی منظوم شکل میں بھی معلوم ہوتا ہے یعنی عشق نامہ کے ساتھ ساتھ اس کا نام پری خانہ بھی ہے اور غالباً پہلا یا معروف نام پری خانہ ہی ہے۔ مثنوی میں ہر داستان کی ابتدا ساقی نامہ کے انداز میں ہوتی ہے۔ کیونکہ قصے بادشاہ کے پری خانے کی ترتیب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی تمہید میں پری خانہ کا مضمون اپنے محل منصوص میں ہوا ہے۔ مثلاً

پلا ساقیا پھر مجھے کوئی جام — کہ ہے میری دولت میں شرب مدام
دل اندوہ دنیا سے بیگانہ ہے — کہ منظور زیب پری خانہ ہے

لیکن ایک داستان کے آغاز میں اس کا مضمون اس طرح کیا گیا ہے جیسے مثنوی ہی کا نام ہو۔ "داستان بست و ششم در ذکر ملازم شدن بہار محل و الہ برائے تعلیم پریاں" کے یہ اشعار دیکھئے۔

پلا ساقیا مائے خوش شتاب
پری دار شیشے سے نکلے شراب
سبو سے کوئی جام معمور ہو
عیاں نہر فردوس سے حور ہو
کہ دل دختر رز پہ دیوانہ ہے
یہ میخانہ ہے یا پری خانہ ہے

ابو محمد سحر

مندرجہ ذیل کتابیں درکار ہیں

مجھے درج ذیل کتابوں کی اشد ضرورت ہے۔ جن صاحبان کے پاس یہ کتابیں ہوں وہ قیمتاً یا عاریتاً عنایت فرمانے کی زحمت کریں۔ خط و کتابت حسب ذیل پتہ پر کریں۔

۱۔ مشاہدات زنداں — از حسرت موہانی
۲۔ نکات سخن (متروکات سخن، معائب سخن، محاسن سخن، فوائد سخن و اصلاح سخن) "
شرح دیوان غالب "
شعرائے اردو کے انتخاب — مرتبہ حسرت موہانی
اردوئے معلی تذکرۃ الشعرا کی فائلیں "
منتخب ہندی کلام — مرتبہ ڈاکٹر جعفر حسن

احمد لاری
محلہ شکر گنج، گورکھپور (یو۔پی)

اردو کتابوں کی حفاظت

تقسیم ملک سے پہلے ملک بھر میں عام طور پر اردو زبان کا تھا سرکاری کتب خانوں میں اردو کی کتابیں منگائی جاتی تھیں سرکاری و امدادی اسکولوں کالجوں میں اردو کی کتابوں کے لئے گنجائش تھی اب رفتہ رفتہ یہ کتابیں کیڑوں کی نذر ہو رہی ہیں۔ ان میں بعض کتابیں بڑی نایاب اور کمیاب ہیں۔

مقامی طور پر اردو انجمنیں ایسے کتب خانوں سے جہاں اردو کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ان کے ذمہ داروں سے مل کر یہ کتابیں حاصل کریں اور قوی امکان اس بات کا ہے یہ کتابیں ان کو آسانی سے حاصل ہو جائیں گی۔ اس طریقے سے ان کتابوں کی حفاظت ہو سکے گی یہ اردو زبان کی بڑی خدمت ہو گی۔ اردو زبان کو زندہ رکھنا ہے تو اس کی ہر نئی و پرانی کتاب کی حفاظت بھی کرنا پڑے گی۔

(شریف الحسن [illegible])

آندھرا پردیش کے ضلع ورنگل میں انجمن ترقی اردو کی شاخ کا قیام

۱۰ر نومبر ۱۹۷۵ء کو لیبر ولفیر سنٹر ورنگل میں شہریان ورنگل کا ایک نمائندہ اجتماع جناب کالوجی رامیشور راؤ صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا تاکہ ورنگل میں انجمن ترقی اردو کی شاخ کا قیام عمل میں آسکے اور ۱۱ر اور ۱۲ر دسمبر کو منعقد ہونے والے انجمن کے مجوزہ اجتماع میں شہر ورنگل کی نمائندگی ہوسکے۔ اس سلسلے میں ایک اڈھاک کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔

اس اڈھاک کمیٹی کا صدر متفقہ طور پر جناب رامیشور راؤ صاحب کو بنایا گیا۔ جو شہر کے معزز ایڈوکیٹ ہونے کے علاوہ اردو کے ادیب اور شاعر بھی ہیں۔ اس کے علاوہ ۵ علاقائی کنوینر منتخب ہوئے جن کے نام یہ ہیں:

جناب عثمانی پاشا صاحب۔ جناب صابر کمالی صاحب
جناب صادق علی صاحب۔ جناب عبدالرحیم صاحب
جناب اعجاز صاحب۔

اس اڈھاک کمیٹی میں ان کنوینروں کے علاوہ حسب ذیل ارکان بھی لیے گئے:

جناب خواجہ معین الدین قیصر ایڈوکیٹ
جناب دیوان چند کھوسلہ صاحب
جناب افضل صدیقی صاحب
جناب رامیشور راؤ صاحب
جناب حبیب خاں صاحب
جناب کالوجی نارائن راؤ صاحب
جناب احمد حسین قدوائی صاحب

اس کے علاوہ بطور مشیر جناب مفتی تبسم صاحب کو اور خازن کے طور پر جناب غلام احمد صاحب پرواز کو منتخب کیا گیا۔ یہ اڈھاک کمیٹی رابطہ کمیٹی کے طور پر بھی کام کرے گی۔ اس کا کنوینر اردو کی مشہور افسانہ نگار نجمہ نکہت صاحبہ کو منتخب کیا گیا ہے۔ تاکہ رکنیت سازی کی مہم شروع کی جا کر ایک مہینے کے اندر انجمن کی باقاعدہ شاخ قائم کرکے اس کا افتتاح عمل میں لایا جاسکے۔

اس موقع پر ریاستی انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کی جانب سے بطور مہمان خصوصی۔ جناب سری نواس لاہوٹی صاحب نے شرکت کی۔ انھوں نے اپنی تقریر میں اردو کے تعلق سے موجودہ حالات کو واضح کرتے ہوئے حاضرین سے اپیل کی کہ وہ اردو کو قانونی حیثیت دلانے کے لیے جو جدوجہد شروع کی گئی ہے اس میں اپنا حصہ ادا کریں تاکہ آندھرا پردیش میں اردو کو اس کا جائز اور قانونی حق مل سکے۔ اس موقع پر جناب صدر رامیشور راؤ صاحب کے علاوہ جناب خواجہ معین الدین صاحب ایڈوکیٹ اور نجمہ نکہت صاحبہ نے بھی تقریریں کیں اور انجمن کی جدوجہد میں اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا۔

(نامہ نگار)

"جشن ڈاکٹر صفدر آہ"

ڈاکٹر صفدر آہ جن کی گرانقدر کتاب "ہندوستانی ڈراما" پر حال میں حکومت نے اعزاز عطا فرمایا ہے اس کے شکریہ و مبارکباد کی شاندار تقریبات نومبر کے دوسرے ہفتے میں ڈاکٹر صفدر آہ کے وطن سیتاپور میں خاص اہتمام سے منائی گئیں جس میں شرکت کرنے کے لیے ڈاکٹر صاحب خاص طور پر بمبئی سے تشریف لائے تھے۔

۱۳ر نومبر کو پانچ بجے سہ پہر "نہرو ہال" میں زیر صدارت ڈاکٹر نول بہاری مصرا "جشن ڈاکٹر صفدر آہ" کی طرف سے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں ایک سپاس نامہ پیش کیا گیا جس میں حکام، وکلا، ڈاکٹر اور شہر کے بکثرت معزز افراد نے شرکت فرمائی۔ استقبالیہ کا افتتاح شیام کمار اوستھی ایڈوکیٹ کی ایک تقریر سے ہوا جس میں اوستھی جی نے ڈاکٹر صاحب کی نجی زندگی اور ادبی خدمات کے بارے میں تفصیلی روشنی ڈالی تھی۔ اس کے بعد بابو جگن ناتھ پرشاد (جگن بابو) سابق ممبر پارلیمنٹ نے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اردو زبان و ادب کی ہندوستان گیر افادیت پر ایک تقریر فرمائی۔ آپ نے کہا کہ اردو ہندوستان میں بسنے والی تمام قوموں اور فرقوں کی مشترکہ زبان ہے۔ مجھے فخر ہے کہ اردو میری مادری زبان ہے اگر یہ زبان مجھ سے چھین لی گئی تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ میری دنیا مجھ سے چھین جائے گی۔ جگن بابو نے حکومت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اسے اردو زبان و ادب کے ساتھ انصاف کرکے جمہوریت اور سکولرازم کو سربلند کرنا چاہیے۔

پروفیسر آغا اشہر، جناب سری رام رام چند ڈھونک (وشمشو بھارتی) جناب محمد اطہر سیتاپوری اور صدر جلسہ نے ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے علمی۔ ادبی۔ فلمی۔ اور کلچرل پہلوؤں پر سیر حاصل تقریریں کیں۔

جشن کی اس تقریب میں ڈاکٹر صاحب کے متعلق متعدد شعرا نے اپنے منظوم تاثرات بھی پیش کیے۔

اسی رات کو نو بجے سیٹھ مرلی دھر جی سیتاپوری کے منعقد کردہ مشاعرہ اور کوی سمیلن کا افتتاح ڈاکٹر صفدر آہ نے کیا۔

(نامہ نگار)

آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد اسمبلی اور کونسل کی روئیداد

اردو میں نشر کرے

آندھرا پردیش قانون ساز کونسل کے دو ارکان مسٹر اعظم الدین

ایڈوکیٹ اور حافظ ابو یوسف صاحب نے آل انڈیا ریڈیو حیدر آباد سے اردو میں علاقائی خبروں کے نشر کرنے کا خیر مقدم کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ مجالس متقننہ کی کارروائی بھی اردو میں روزانہ نشر کی جائے انھوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ جہاں اردو کی خبروں کے ذریعہ اردو داں عوام حالات حاضرہ کی تازہ صورت حال سے واقفیت حاصل کر رہے ہیں۔ وہیں اسمبلی اور کونسل کی روئیداد کے نشر کرنے سے عوام میں مجلس متقننہ کی کارروائیوں سے بھی واقفیت حاصل ہو سکتی ہے۔ مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات مسز اندرا گاندھی کو خراج تحسین پیش کیا گیا کہ وہ ملک کی تمام ریاستوں میں اردو خبریں بھی نشر کرنے کا اہتمام کر رہی ہیں۔ مشترکہ بیان میں وزارت نشریات سے اپیل کی گئی ہے کہ اردو میں ایسے نیوز ریل نشر ہوں جن سے عوام کے جوش و خروش میں اضافہ ہوتا رہے۔

دلی کے نئے ڈھانچہ میں اُردو کی پوزیشن غیر یقینی

دفعہ ۲۴ کو ملتوی کیے جانے پر شدید نکتہ چینی

نئی دلی۔ ۲۵ر نومبر۔ دلی کے نئے انتظامی ڈھانچہ میں اردو بھی سرکاری زبان رہے گی یا نہیں اس بارہ میں بل کی دفعہ ۲۴ کے واپس لیے جانے پر کانگریسی لیڈروں کی بینہ رضامندی سے بڑی غیر یقینی صورت حال پیدا ہو گئی ہے اس دفعہ میں انگریزی اور ہندی کو سرکاری زبان قرار دیا گیا ہے۔ کل چند وزیر داخلہ سے ملاقات اسے اردو کو تیسری زبان کے طور پر شامل کرنے کا مطالبہ کیا تھا جس کو وزیر داخلہ نے منظور کر لیا تھا۔ اس طرح اردو کا نئے انتظامی ڈھانچہ کے تحت ایک سرکاری زبان ہونا یقینی تھا۔ آج دلی پردیش کانگریس کا سہ نفری وفد جب وزیر مملکت مسٹر شکلا سے ملا تو بیان کیا جاتا ہے کہ اس دفعہ کو واپس لینے پر اتفاق ہو گیا اور طے پایا کہ زبان کا مسئلہ خود کونسل پر چھوڑ دیا جائے کہ کونسل جن جن زبانوں کو چاہے سرکاری زبان قرار دے۔

کمیونسٹ لیڈر مسٹر پریم ساگر گپتا نے اس صورت حال پر سخت نکتہ چینی کی ہے اور بل کی دفعہ ۲۴ میں اردو کو شامل کرنے پر زور دیا ہے۔ کونسل کی سرکاری زبان بنانے میں کوئی دشواری نہیں کیونکہ میونسپل کارپوریشن کی تین سرکاری زبانوں میں ایک اردو بھی ہے انھوں نے کہا کہ زبان کے مسئلہ کو کونسل پر چھوڑنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر سال زبان بدلتی رہے گی زبان کے متعلق دفعہ کو ہٹانے کے بجائے ہندی اور انگریزی کے ساتھ اس میں اردو کو شامل کرنا چاہیے۔

(الجمعیۃ)

عثمانیہ یونیورسٹی اردو فورم

عثمانیہ یونیورسٹی اردو فورم کا ماہانہ اجلاس ۱۲ر نومبر کو ساڑھے دس بجے نظام کالج میں منعقد ہوا۔ پروفیسر سید محمد نے جدید حیدر آباد کے عظیم ماہر تعلیم اور بلند پایہ عالم نواب عماد الملک کی علمی اور ادبی خدمات پر مقالہ پڑھا۔ عماد الملک کی زندگی اور کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے پروفیسر سید محمد نے بتایا کہ انیسویں صدی کے ربع آخر میں حیدر آباد میں علم کی شمع روشن کرنے میں عماد الملک نے بنیادی اور گراں بہا خدمات انجام دی تھیں۔ قیام حیدر آباد کے دوران انھیں اعلیٰ تر عہدے پیش کیے گئے لیکن نواب عماد الملک نے ناظم تعلیمات کے عہدہ کو ترجیح دی۔ وہ تیس سال تک اس عہدہ پر فائز رہے اور ساری ریاست حیدر آباد میں تعلیمی بیداری کی ایک لہر دوڑا دی۔ وہ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کے عالم بھی تھے، اور ساتھ ہی عربی اور فارسی ادبیات پر بھی ماہرانہ نظر رکھتے تھے متعدد اعلیٰ پایہ کتابوں کے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ انھوں نے عربی اور فارسی کے کلاسکی شہ پاروں کی اشاعت میں بڑی دلچسپی لی، اور انھیں کی سرپرستی میں حیدر آباد کے مشہور "دائرۃ المعارف" کا قیام عمل میں آیا۔ پروفیسر سید محمد نے سر سید احمد خاں کے خطوط کے حوالے سے بتایا کہ نواب عماد الملک نے علی گڑھ کالج کی نشو و نما میں بھی نہایت خاموش اور اہم خدمات انجام دیں۔ انجمن ترقی اردو کی بقا اور ارتقا میں مولوی عبد الحق کو ہمیشہ نواب عماد الملک کی خاموش سرپرستی حاصل تھی۔ پھر جامعہ عثمانیہ کے قیام کے سلسلے میں جن عالموں اور مدبروں نے راہ ہموار کی، ان میں بھی عماد الملک کو اہم مقام حاصل تھا۔

جناب سعادت نظیر، جناب اکبر الدین اور ڈاکٹر غلام عمر خاں نے مباحث میں حصہ لیا۔ جناب ڈاکٹر مسعود حسین خاں صدر شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسٹی نے نواب عماد الملک کی لائبریری کے اس قیمتی ذخیرہ کی بعض تفصیلات بتائیں جنھیں نواب علی یاور جنگ نے عثمانیہ یونیورسٹی میں محفوظ رکھوا دیا ہے۔ پروفیسر سید محمد کے مقالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ نئی نسل کے ذہن میں قوم کے ان عظیم معماروں کے کارناموں کا کوئی واضح خاکہ موجود نہیں ہے جنھوں نے گذشتہ ایک سو سال کے عرصے میں نئے حیدر آباد کی تشکیل اور نشو و نما میں اہم حصہ لیا تھا۔ انھوں نے سید محمد صاحب سے خواہش کی کہ وہ اس قسم کے مقالوں کے ایک سلسلے کے ذریعہ حیدر آباد کے ان عظیم معماروں کے کارناموں سے نئی نسل کو واقف کرائیں۔

(غلام عمر خاں سکریٹری اردو فورم)

انجمن ترقی اردو باسنی ناگور کے زیر اہتمام مشاعرہ

۱۵ر نومبر ۶۶ء بروز پیر شاخ انجمن ترقی اردو باسنی ناگور کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان آل راجستھان مشاعرہ منعقد کیا گیا۔

پنڈال اور اسٹیج شاندار طریقے پر قمقموں سے روشن و آراستہ کیا گیا تھا۔ سامعین میں مقامی باذوق اور معزز حضرات کے علاوہ انگور ضلع اور قصبہ کمہاری کے اہل ذوق تقریباً سات سو حضرات نے شرکت فرمائی۔

ابتدا میں سکریٹری انجمن ہذا حافظ محمد عبدالرحمٰن شاہین ادیب نے اپنی خصوصی رپورٹ پیش کی۔

مشاعرے کی صدارت جناب مولانا مفتی خلیل الرحمٰن عادق صاحب نے اور سکریٹری کے فرائض جناب ناصر گلزاری نے انجام دیئے۔

جناب مولانا غلام محمد صاحب کی تقریر کے بعد پہلا دور شروع ہوا جو کہ نعتیہ اور جوشیلی حب الوطنی کی نظموں اور غزلوں پر مشتمل تھا۔

دوسرا دور رومانی غزلیات کا تھا جس میں تقریباً پندرہ بیرونی شعراء نے کلام سنایا۔

(محمد عبدالرحمٰن شاہین سکریٹری)

انجمن ترقی اردو پٹیالہ کی ادبی نشست

پٹیالہ ۵ (نومبر) ۔ انجمن ترقی اردو (ہند) ماڈل ٹاؤن پٹیالہ کی جانب سے پنجاب کے مشہور و معروف شاعر جناب برج لال کوہلی ناداں کے اعزاز میں گزشتہ شب ایک شاندار ادبی نشست ستریہ آشرم مدالکھیاجرہ میں منعقد ہوئی جس میں اہم مقامی شعراء نے شرکت کی۔

(پبلسٹی سکریٹری)

آگرہ کالج میں بزم اردو کا افتتاح

آگرہ ۲۰ دسمبر۔ آگرہ کالج میں بزم اردو کا افتتاح پنڈت راجناتھ کنزرو کے ہاتھوں سے کالج کے وسیع ہال گنگا دھر شاستری بھون میں شام کو ساڑھے تین بجے ہوا۔ ہال مشتاقان اردو سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ پروفیسر گلشن رام استھانہ صدر بزم نے مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے صاحب تنکش اکبر آبادی سے مسند صدارت پر جلوہ افروز ہونے کی استدعا۔

پنڈت راجناتھ کنزرو نے بزم اردو کا افتتاح فرماتے ہوئے کالج کی اس کوشش کو سراہا اور کہا "اردو کے ساتھ یہ سراسر ناانصافی ہے اور ظلم بھی کہ اسے کسی ایک فرقہ کی زبان بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے اردو کی ترقی میں ہندوؤں کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا [illegible] ہندی کی ترقی میں مسلمانوں کا ہے ہندی کا سب سے بڑا شاعر ملک محمد جائسی ہے اردو میں ہندو ادیبوں اور شاعروں کی فہرست کافی طویل ہے" آگرہ کالج کے پرنسپل صاحب ایم [illegible] نے اس بزم کے جشن کی اہمیت کو سراہا اور اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا۔ جلسہ کے بعد مہمانوں کی خدمت میں ایک پر تکلف عصرانہ پیش کیا گیا۔

(سکریٹری بزم اردو آگرہ کالج آگرہ)

صفحہ ۷ سے آگے

بلکہ ہندوستانی عوام کے دلوں کی دھڑکن کی عکاسی کی گئی ہے۔ آخر میں مصنف خود کہتا ہے:

"اس میں ہم نے محبت اور احترام کے ان جذبات کا اظہار کرنے کی کوشش کی ہے جو ہمارے دلوں میں ہمارے کشمیری دوستوں اور تمام ہندوستانی عوام کے لیے موجود ہیں۔"

یہ مختصر سی تمثیل اس وجہ سے بھی اہمیت رکھتی ہے کہ اردو میں تمثیل نگاری کی روایت اگرچہ کافی قدیم ہے لیکن اس میں زیادہ وسعت اور تنوع پیدا نہیں ہوا۔ اردو تمثیل نگاری میں اس کتاب کو ایک اضافہ تصور کیا جا سکتا ہے۔

مترجمین نے بھی ترجمے کا حق ادا کیا ہے۔ صاف ستھری اور شستہ زبان میں نظم و نثر کے پارے قابل تحسین ہیں۔

کتاب کی طباعت و تزئین کاری بہت عمدہ ہے لیکن کتابت عمدہ نہیں ہو سکی۔ کاش کہ اس طرف بھی توجہ دی جاتی۔

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ، پرنٹر ظہیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھاپا اور پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شائع کیا